

قبر اس پرده نشیں کی کیوں چھپاتا ہے فلک
 بعد مُردن بھی وہی ہے پرده داری ہائے ہائے
 تا کجا یہ کوچہ گردی اب تو مرنے دے مجھے
 اے دل شوریدہ کب تک ذوق خواری ہائے ہائے
 بے خودی گور غریبان تک تو ہی لے چل مجھے
 تو ہی بتلا دے پتا اے بے قراری ہائے ہائے
 بائیسو ان سین — چمن تربت لیلنی

مجنون

اے اجل اس سر زمیں سے آتی ہے بوئے صنم
 بس یہیں تیار ہو تربت ہماری ہائے ہائے
 شمع مدفن کی طرف کھنچتا ہے دل پروانہ وار
 (لیلی کے تصور سے)

ہے یقین مجھ کو یہ ہے تربت تمہاری ہائے ہائے
 حیف مجھ کم بخت کی آلفت نہ راس آئی تجھے
 خاک میں مل جائے میری دوست داری ہائے ہائے
 تاب غم تجھ کونہ تھی اصلاح کہ تھی نازک ادا
 ہو سکی تجھ سے نہ میری غم گساری ہائے ہائے
 سخت نادم ہوں نہ ہوتا آہ میں اے کاش اثر
 چل گئی برقھی ترے سینے پہ کاری ہائے ہائے
 بے قراری نے مری بجلی گرائی تجھ پہ حیف
 اس دلِ مضطركی ہے تقصیر ساری ہائے ہائے
 زهر غم تیرا برا ہو آہ تو نے کیا کیا
 جذب الفت سے تھی تجھ کوساز واری ہائے ہائے
 سوچی ہو کس نیند میں دیکھو تو میرا حال زار
 ہائے اب تک ہے وہی غفلت شعواری ہائے ہائے

یہ ہماری شان ہے معشوق کو زیبا نہیں
 کیوں پسند آئی ہے تم کو خاکساری ہائے ہائے
 یاد آتی ہیں وہ زلفیں کالی کالی حیف حیف
 یاد آتی ہے وہ صورت پیاری پیاری ہائے ہائے
 (مجنون کا قبر لیلی سے لپٹ کر مر جانا)

(باغبان آتا ہے)

باغبان

قبر لیلی سے لپٹ کر مر گیا مجنون غریب
 اب نہیں آتی صدائے آہ و زاری ہائے ہائے
 عاشق و معشوق دونوں کو ملایا خاک میں
 ہے یہی انجام راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے
 (پردہ گرتا ہے)

تتمہ مرقع

(۱)

(سب مل کر گاتے ہیں)

یہ^۱ کس کے جلوے کا ہے تماشا کہ برق سی اک چمک رہی ہے
 اسی سے روشن ہے ذرہ ذرہ وہی تجلی جھلک رہی ہے
 کوئی نہ تھا اس جہاں میں ایسا کہ مرنے والوں کا ساتھ دیتا
 مگر ترے وصل کی تمنا کہ یہ بلا حشر تک رہی ہے
 مزار عاشق ہے جائے عبرت بجھی سر شام شمع تربت
 سیاہ بختی کی ہے یہ شامت کہ چاندنی بھی سرک رہی ہے

۱۔ صنف کلام : غزل بجر متقارب مقبوض اثلم مضاعف یا
 شائزدہ رکن - وزن : فعل فعلن فعل فعلن فعل فعلن فعل فعلن دو بار -
 قصیدہ شاعر : رجوعِ خیالات طرف معرفت شاہدِ حقیقی -

نہ پوچھے حال شہید الفت کہ شمع مدنہ ہے داغ حسرت
 بسی ہے بوئے وفا سے تربت کہ چادر گل مہک رہی ہے
 یہ عشقِ خانہ خراب کیا ہے بتاؤ تو یہ عذاب کیا ہے
 جگر میں یہ التہاب کیا ہے یہ آگ کیسی بھڑک رہی ہے
 جو آہِ روشن کا اک شرارہ کبھی شبستانِ غم سے نکلا
 تو روشنی اس کی ایک مدت زمین سے تا فلک رہی ہے
 (ہوا اب انسان ذلیل و احقر کہ ہے بدی میں بھی سب سے بد تر
 (وگرنہ یہ بات پاک اکثر شریک بزمِ ملک رہی ہے

تنمية مرقع

(۲)

هم' سے کب جلوہ ترا دیکھا گیا
 مژده دیدار سے غش آ گیا
 سر گیا اس راہ میں اچھا گیا
 میرے سر سے کب ترا سودا گیا
 (ظلمتِ حیرت سے یا رب دے نجات
 (اس اندر گھپ میں دل گھبرا گیا)

قطع ہے اس راہ میں پائے تلاش
 پا گیا تیرا نشان میں پا گیا

سترنے ہیں وہ یار کا جلوہ نہ تھا
 حضرت موسیٰؑ کو کیوں غش آ گیا

۱- صنف کلام : غزل ، بحرِ رمل مجز و مخدوف یا مقصود - وزن :
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (یا رکن آخر) فاعلان ، دو بار - قصہ شاعر :
 معرفت الہی -

صبر و ادراک و متع جان و دل
 جو گیا اس راه میں اچھا گیا
 (دل لگا کر اس سے ہم رسوا ہوئے)
 پوچھیے دل سے کہ تیرا کیا گیا
 (کیا کہوں جلوہ فروزی حسن کی)
 دیکھتے ہی دیکھتے غش آ گیا
 وہ اٹھے پھلو سے موت آئی مری
 چھٹ گئیں نبضیں پسینا آ گیا
 کیا کہوں عالم هجوم یاس کا
 ابر سا اک دل پہ میرے چھا گیا
 سمجھئے تھے مرزا^۱ سے ہو گام غلط
 ایسی باتیں کیں کہ دم گھبرا گیا

ختم شد